دو مختلف رنگ کے جوتے پہننے کا قومی دن 3/ مئی

نسیم سعید
ایم۔ایم ربّانی ہائی اسکول، کامپٹی (مہاراشٹر)

موجودہ دنیا میں مختلف ایام منانے کی روایات قائم ہیں۔ کہیں یوم مادر تو کہیں یوم فادر۔ کہیں عالمی مزدور دن تو کہیں مختلف بیماریوں سے متعلق بیداری فراہم کرنے والے ایام۔ کہیں تاریخی واقعات کو یاد کرنے کے دن تو کہیں عالمی شہرت یافتہ شخصیات کا یوم پیدائش، لیکن کچھ عجیب وغریب ایام بھی منانے کا رواج عام ہے۔ جسے سُن کر ہی ہنسی کے فوارے تھمنے کا نام نہیں لیتے۔ کبھی کبھی مسکراہٹ کے واضح نقوش اور خوشی کے تاثرات چہروں پر برجستہ عیاں ہوجاتے ہیں۔ اُن ہی میں سے ایک دن ہے ''الگ رنگ کے جوتے پہننے کا دن۔'' یہ دن امریکہ میں ۳/ مئی کو ہر سال بڑے جوش وخروش سے منانے کا رواج عام ہے۔ دنیا کے الگ لگ علاقوں اور ملکوں میں بھی اس دن کو اہمیت دی جاتی ہے۔ یہ دن منانا محض ایک بہانہ ہے اور ایک ذریعہ بھی، اپنے آپ پر، دوسروں پر، ماحول اور معاشرے میں اپنے قدم مضبوط کرتی مایوسی، اُداسی، بے بسی، لاچاری، بے رغبتی اور نحوست سے بھرے لمحات کے خاتمے کے لیے تازگی بھری نگاہ ڈالنے کا۔ دو الگ رنگ کے جوتے پہننے کا دن شاید یہ ہنسنے اور ہنسانے لائق موضوع ہو۔ ایسا پہلی نظر میں عام تصور سے ہوسکتا ہے، لیکن اس دن کے انعقاد کے مقصد پر ذرا روشنی ڈالیں تو اُس کے پیچھے بہت ساری مثبت سوچ کو اُجاگر کرنے کے حقائق عیاں ہوتے ہیں۔

دراصل ڈاکٹر ایرلین کیزر (Dr Arlene Kaiser) نے اس دن کو ہر سال ۳/ مئی کو منانے جانے کی پیشکش کی تھی۔ ان کے پاس اِس دن کو منعقد کیے جانے کے معقول اسباب بھی تھے۔ تغیرات کو منظوری عطا کرنا۔ وہ کہتی ہیں کہ ''تنوع اور اتحاد ہمارے ملک میں صدیوں سے برقرار رہا ہے۔ پانی اور بانی کے کوس۔ کوس پر تبدیل ہوجانے والے ہمارے اپنے ملک کا تنوع دُنیا پر ظاہر ہے۔ پھر بھی یہ دن کئی لحاظ سے غور کرنے کے قابل ہے۔''

دو الگ رنگ کے جوتے پہننے کا مقصد عادات واطوار سے ہٹ کر دیکھنا ہے۔ فرض کر لیجیے کہ ایک پیر میں کالے رنگ کا جوتا ہے تو دوسرے پیر میں بھی اسی رنگ کا ہوگا۔ یہ عادت ہماری سوچ وفکر کو محدود اور ذہنیت کو کُند کرنے کے لیے کافی ہے، لیکن اگر دونوں پاؤں میں دو الگ الگ رنگوں کے جوتے ہیں تو یہ حالت ہمیں ہر لمحہ چونکانے والی ہوگی۔ شاید یہ سارے معاملات پہلی

نظر میں بُرے بھی لگیں، لیکن اس کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ دو الگ الگ رنگوں کا ساتھ ہونا قبولیت اور ماننے کے جذبے کو بھی فروغ عطا کرے گا۔ یہ الگ ہونے کے مفہوم و مطالب کو بھی سمجھنے کے لیے مجبور اور بے بس کرے گا۔ روز روز وہی کرنا بوریت کو بڑھاوا دیتا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب زندگی میں کوئی کام نمونہ، مثال یا عادت بننے لگے تو ہوشیار ہو جانا چاہیے۔ جسے ہم آرام سے کرنے کی حالت یعنی Setting کہتے ہیں۔ یہ حالت تبدیلی کی ضرورت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ اؤب کو اُکتاہٹ اور اکتاہٹ کو مایوسی (Frustration)، محرومی اور شکست میں بدلنے سے روک سکتی ہے۔ دو الگ رنگ کے جوتے پہننے جیسی معمولی پہل اُسی کی طرف ایک اشارہ ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ ہماری تعلیم، معاشرتی فکر اور رسم و رواج میں بھی ایک جیسی ہر طرح کی ہدایتوں سے رنگوں کا تال میل بھی ویسا ہی رہتا ہے۔ سالوں سال ہم ایک نہج پر چلنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر ہمیں یہ محسوس بھی نہیں ہوتا کہ اپنی بھی کچھ سوچ و فکر، تجسس و جستجو ہے۔ حساسیت سے پرے ہم صرف ''ایسا ہوتا آیا ہے اس لیے ایسا ہی کرنا ہے'' کے قائل نظر آتے ہیں۔ مدرسہ کی تعلیم کو خیر باد کہہ کر ایک امیر گھرانے کے طالب علم کی بنائی ہوئی پیشہ ورانہ تصویر کچھ یاد دہانی کراتی ہے۔ اس تصویر میں اُس نے ندی، آسمان، دیگر مناظر اور اپنے گھر کو اپنی مرضی کے رنگ سے آراستہ و پیراستہ کر دیا تھا۔ تصویر اس لیے چونکا رہی تھی کہ اس میں سب کچھ دوسروں کی نظر سے قطعی الگ تھا۔ اس لیے ایسی تصویر والی جیسی حالت ہمیشہ سب کو یاد رہتی ہے۔ یہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اپنے رنگوں کی پسند سے اپنا جہاں نکھارنے کا حق ہر ایک کو ہے۔ یہی بات طالب علم کے ناپختہ ذہن میں تھی۔ جسے موجودہ تعلیم اور تعلیمی نظام نے اُسے رُخ و سمت عطا کرنے کا کام نہیں کیا۔ معمولی گھرانے میں پالا پوسا گیا وہ لڑکا اپنی دولتمندی کو بھی نظر انداز کر کے اپنے ذہن میں مرغوب و پسندیدہ رنگ کو اوّلیت دے کر اپنی منظر کشی کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہم بھی اُسی رُخ سے اپنے مقصد کا تعین کرنا سیکھیں۔

بغیر سوچے سمجھے ہم زندگی گزارتے رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کو کرتا دیکھ کر اُن ہی راستوں پر چلتے رہتے ہیں۔ کچھ نیا کرنے کی اُمنگ کے مثبت پہلو کو دباتے رہتے ہیں۔ کون کس کو بتاتا ہے کہ ایک جیسے رنگ کے جوتے پہننا ہے۔ کیا دوکان پر جوڑیاں اسی طرح فروخت ہوتی ہیں اس لیے۔ بنانے والے بھی الگ الگ رنگ کا جوتا بنا سکتے ہیں۔ اگر پہننے والے الگ الگ رنگوں کے جوتوں کی فرمائش کریں تو۔ پہننے والے کچھ الگ کرنے سے ڈریں گے یا ہچک اور ڈر محسوس کریں گے تو یقینی ہے کہ اُن کی خواہشوں کو ہی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جائے۔ یہ زندگی کا وہ مرحلہ ہوتا ہے جہاں خواہشیں اور چاہتیں دبا دی جاتی ہیں۔ بس ہمیں ہمت کر کے ان سے باہر نکلنا ہے۔ اس لیے رسم و رواج کی

غلامی کے پھندوں سے باہر نکلنے کا عہد کریں۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ پیروں کی طرف دیکھتے ہوئے چلیں تو ذاتی اور شخصی پسند کو اپنانے کا حوصلہ ملے گا۔ یہ ایک تخلیقی تحریک کی عمدہ مثال ہے۔ ڈاکٹر اریلین کا خیال تھا کہ دو الگ رنگ کے جوتے پہننے سے ایک مثبت سوچ کے خطرے کو مول لینے کی تحریک اور حوصلہ ملے گا۔ یہ ایک طریقہ ہے اپنی ذاتی پسند کے اظہار کا۔ سوچنے میں ضرور نیا لگنے والا یہ تصور و خیال عجیب وغریب لگے، لیکن آزمائش، بھروسہ مندی، خود اعتمادی اور مثبت قدم کی سمت کا تعین اس سے ممکن ہے۔ چاہے دو رنگ کے جوتے پہنیں یا نہیں، مگر یہ نظریہ مثبت سوچ کو فروغ دینے کی طرف سوچنے کا احساس ضرور کرائے گا۔ اُن راہوں و منزلوں کی طرف دیکھنے کے لیے بھی شاید بے بس و مجبور کرے جو دنیا کو ہم دکھانا چاہتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ تنوع والے اس ملک میں ایکتا نہیں بلکہ بے حسی اور مایوسی جگہ بنا رہی ہے اور کسی جدّت پسندی کے خیال کو قبولیت کا درجہ میسر نہیں ہے۔ یہ پہل ایک مشاورتی ہوسکتی ہے۔ جو اس خیال کو نامنظور کریں تو اُن کے سامنے بھی یہ ایک للکار کی صورت ہوگی۔ یہ نہ آپ کی ہار اور نہ اُن کی جیت۔ اس خیال کو تقویت فراہم ہوگی۔ ہر صورت میں یہ سوچ ایک دلچسپ پہل ہی کا راستہ صاف کرتی ہے۔ روایت پسندی کے حامی لوگوں کی مرضی پر ضرب کاری بھی لگاتی ہے۔ کسی بھی چیز کی مذمت اور تائید کرنے سے انکار کرنے والوں کو لاجواب بھی کرنا ہے۔

OO

ہمارے نیشنل پارک اور وائلڈ لائف سینکچریز

از: ریحان احمد عباسی

سیر و سیاحت، بالخصوص جنگلات اور جنگلی جانوروں سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک بہترین تحفہ۔ ایک ایسی کتاب جس سے ہندوستان کی ۲۸ ریاستوں میں موجود جنگلی جانوروں کی ۱۳۵ تحفظ گاہوں کی بھرپور معلومات تو حاصل ہوتی ہی ہے، ضمناً پورے ملک کے جغرافیائی حالات کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ ایک ایسی نادر کتاب جس سے بچوں کے ساتھ ساتھ بڑے بھی یکساں مستفید اور لطف اندوز ہوسکیں گے۔

تصاویر سے مزین ۱۳۲ صفحات — قیمت: ۵۰ روپے

ناشر اردو اکادمی، دہلی